باب: 9

اُمّیٌ عَالِمٌ

اُمّیٌ کے معنی اکثر "ان پڑھ" کے لیے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن میں ہم اس لفظ کو نبی کے ساتھ جڑا ہوا پاتے ہیں یعنی "النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ"۔ عربی میں کوئی لفظ جب الف لام کے ساتھ آتا ہے تو وہ خصوصی بن جاتا ہے۔ درحقیقت یہ لفظ "اُمّ" سے ہے جس کے ایک معنی ہیں "اصل"۔ سو آنحضورؐ وہ مخصوص ہستی ہیں جو اپنی اصل فطرت پر پیدا ہوئے اور اسی پر قائم رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں ایک نام عَالِمٌ (خصوصی علم رکھنے والا) بھی ہے۔ اگر اُمّیٌ کے معنی ان پڑھ لیے جائیں تو پھر یہ دونوں نام ایک دوسری کی ضد بن جاتے ہیں اور ایک فرد میں ان کا ایک سی شدت سے یکجا ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا آپؐ کے اُمّیٌ نام کے معنی "اصل" کے ہی بنتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ أُمَّ الْقُرَىٰ سے ہے یعنی مکہ والے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

{پس (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو (شان) امیت کا حامل نبی ہے (07:158)}

یہ شان امیت کیا ہے؟ نبی مکرمؐ ایسی شخصیت ہیں کہ جنھوں نے اللہ تعالی کے سوا کسی سے نہیں پڑھا اور تمام انسانوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ شاگرد ہیں تو صرف اللہ کے۔ اسی کی تعلیمات سے فیض یاب ہیں۔ صرف اسی کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور اسی کے احکامات کی اتباع کرتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی انسان آپؐ کا استاد ہوتا تو وہ آپؐ سے افضل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر کے لیے یہ صورت کسی طور منظور نہ ہوتی۔ اسی بیان کردہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کے لیے فرماتا ہے:

الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

{وہ (پیغمبر) جو اللہ پر اور اس کے احکامات پر ایمان رکھتا ہے، اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو (07:158)}

کیا شان ہے اس کی کہ جو اُمی لقبی ہے

وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے

کسی بات کو اس کی حقیقت کے حوالے سے جان لینے کا نام علم ہے۔ علم ایک نہایت وسیع سمندر ہے۔ کوئی شخص کامل علم حاصل کر لینے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اظہار لا علمی ہی علم کی پہچان ہے۔ ارباب علم و دانش کا قول ہے کہ اس نادان سے بچو جو اپنے آپ کو دانا سمجھتا ہے۔ تاہم علم کا طالب جب کچھ نہ کچھ جان لے تو اسے "عالم" ضرور کہا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ کو غار حرا میں دیا گیا پہلا سبق "علم" سے ہی متعلق تھا۔ گویا اسلام میں پہلا طالب علم ہونے کا شرف محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا اور اس کے استاد خود خالق کائنات ٹھہرے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی ہو گی کہ علم نبوت کا مرتبہ ساری کائنات کے مراتب علم سے ارفع ہوتا ہے۔ اس کے اوپر مرتبہ "علم الوہیت" یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کا خاکہ بھی ذہنِ انسانی میں آنا محال ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

{(اے پیغمبر!) اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے(17:85)}

لہٰذا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ "معلوم الہیٰ" اور "معلوم نبی" برابر نہیں ہو سکتے۔ نبی کے پاس جو کچھ علم ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ لیکن یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ جہاں پر عام انسان کے علم کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے مرتبۂ علم نبوت شروع ہوتا ہے۔ اس مسئلے میں "علم غیب" بھی آجاتا ہے۔ "غیب مطلق" تو اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں، بلکہ کوئی چیز اس سے غیب ہے ہی نہیں۔ البتہ غیب جزئی پیغمبروں کو عطا ہوتا ہے۔ ایک علم غیب ہر مسلمان کو بھی ملا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے حاصل ہوا۔ جیسے اللہ، اس کے فرشتے، آسمانی کتابیں، پیغمبر، روز قیامت، جنت اور جہنم۔ ایسا علم غیب تو پورے یقین کے ساتھ ہر مسلان کو ہونا بھی چاہیئے، ورنہ وہ وہ مسلمان کب کہلائے گا؟ ہاں ایک غیب ہے جو غیب اضافی کہلاتا ہے۔ یہ ایسا غیب ہے جو کسی ایک انسان کے لحاظ سے غیب ہو، اور دوسرے کے لحاظ سے نہ ہو۔ جیسے امریکہ جسے میں نے نہیں دیکھا سو وہ میرے لیے تو غیب ہے لیکن دوسرا جو وہاں رہتا ہے، اس کے لیے غیب نہیں۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا، جہاں انسان کے ذرائع علم کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے وحیٔ الہیٰ کی سرحد کا آغاز ہوتا ہے۔ ایسا علم، اللہ کی عطا ہے۔ یہ عطا صرف اس کے نبیوں اور رسولوں کے لئے مخصوص ہے۔ عام آدمی

Siddiqui Publications

اس ذریعہ علم تک رسائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وحیٔ الٰہی کا دروازہ نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور قیامت تک یہ دروازہ کسی پر نہیں کھلے گا۔ اب ہمیشہ کے لئے علم و عرفان کا نور، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسوۃ حسنہ ہی سے لیا جائے گا۔

رسول اکرمؐ کے قول اور فعل کی خبر حدیث اور ان کا مجموعہ ہے۔ احادیث کے جمع کرنے، حفظ کرنے اور انھیں تحریری شکل میں لانے کا کام تو زمانۂ رسالت سے ہی شروع ہو چکا تھا لیکن تمام احادیث کو یکجا کرنے اور باقاعدہ قلمبند کرنے کا ٹھوس کام، عہد نبویؐ سے کوئی دو سو سال بعد یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں عمل میں آیا۔ اس دور میں ایک ساتھ کئی عمدہ مجموعے ترتیب دیے گئے۔ انھیں "صحاح ستہ" یعنی "چھے مستند کتابیں" کہا جاتا ہے۔ ان میں موجود ہزاروں ارشادات آپؐ کے علم اور اس کی وسعت کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپؐ کے یہ تمام فرمودات ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتے ہیں۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسلِ انسانی کو جو کچھ سکھلایا اس میں نمایاں، **وحدانیت** کا تصور ہے۔ پھر تصورِ رسالت اور گذرے ہوئے تمام انبیا کی رسالت پر ایمان ہے۔ اور پھر ایک خصوصی تصور، آخرت کا تصور بھی ہے۔ اس کے علاوہ انسانوں کے درمیان وحدت و مساوات، رنگ، نسل، خاندان، زبان اور علاقے و وطن کے امتیازات کو ختم کرنا ہے۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ ان سب باتوں پر ہمارے نبیؐ نے خود عمل کر کے بھی دکھایا۔

آنحضرتؐ نے متعدد مواقع پر امت کو علم و حکمت کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاداتِ نبویؐ ہیں:

- "طلبِ علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ (سنن ابن ماجہ)
- "علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔ بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے"۔

(حوالہ: جامع بیان العلم و فضلہ ، 1: 7)

- حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک عالم کی برتری ایک عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔ اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور زمین وآسمان کی ہر شے حتیٰ کہ بلوں کی چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی علم سکھانے والوں کے لئے دعائے خیر کر رہی ہیں۔ (جامع ترمذی)

Siddiqui Publications

- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: "جو شخص علم کی طلب میں نکلا، وہ گویا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹے"۔

تعلیماتِ نبویؐ کا فلسفۂ تعلیم در حقیقت انسانیت کی تربیت اور کردار سازی ہے۔ تعلیم کے بغیر تربیت ممکن نہیں، اور تربیت بغیر تعلیم پورے طور پر مؤثر نہیں ہو سکتی۔ معاشرے کی اصلاح ایک دینی فریضہ ہے اور تعلیم یعنی حصول علم اس کی اساس اور بنیاد ہے۔

خود قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں دینی علوم بھی شامل ہیں اور دنیاوی علوم بھی۔ آج ہم جن چیزوں کو سائنس و ٹیکنالوجی کا علم کہتے ہیں، اس کے حصول پر بھی خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

- لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ،

{ان میں عقلمندوں کے لیے (قدرت الہٰی) کی بہت سی نشانیاں ہیں،

{(02:164, 13:034,16:12, 30:24)

- وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

{اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم عقل و شعور سے کام لو۔(02:73)}

- أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ

{تم قرآنی آیات پر غور کیوں نہیں کرتے ؟(04:82 and 47:24)}

غرض قرآن مجید میں علم اور غور و فکر کے لیے بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ علم بغیر عمل بے سود ہے۔ چناں چہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے ہمیں یوں پیغام عمل دیا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

----- Ö -----

Siddiqui Publications